رسائل و مسائل

لباس اور چہرے کی شرعی وضع

"مطالبہ کیا جاتا ہے، کہ صحیح معنوں میں مسلمان بننے کے لئے آدمی کو لباس اور چہرے کی اسلامی وضع قطع اختیار کرنی چاہئے۔ براہ کرم بتائیے، کہ اس سلسلے میں اسلام نے کیا احکام دئے ہیں۔"

لباس اور چہرہ کی وضع قطع کے متعلق آپ نے جو سوال کیا ہے، اس کا جواب تو میں دئے دیتا ہوں، لیکن اس سے پہلے آپ یہ بات اچھی طرح سمجھ لیں کہ ظاہر کی اصلاح باطن کی اصلاح پر مقدم نہ ہونی چاہئے۔ سب سے پہلے اپنے آپ کو قرآنی معیار کے مطابق حقیقی مسلمان بنانے کی کوشش کیجیے، پھر ظاہر کی تبدیلی اس حد تک کرتے چلے جایئے جس حد تک باطن میں واقعی تبدیلی ہوتی جائے۔ ورنہ مجرد ضابطہ و قانون (RULES + REGULATIONS) کو سامنے رکھ کر اگر آپ نے اپنے ظاہر کو اُس نقشہ پر ڈھال لیا، جو حدیث و فقہ کی کتابوں میں ایک متقی انسان کے ظاہری نقشہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے، اور اندر حقیقی تقویٰ پیدا نہ ہوا؛ تو آپ کی مثال ایسی ہوگی جیسے تانبے کے سکّہ پر اشرفی کا ٹھپہ لگا ہُوا ہو۔ اشرفی کا ٹھپہ لگانا کوئی بڑا مشکل کام نہیں ہے۔ بہت آسانی سے جس سستی سے سستی دھات پر چاہیں اس کو لگا سکتے ہیں، لیکن زرِخالص بہم پہنچانا ایک مشکل کام ہے، اور بہت مدت کی کیمیا گری سے یہ چیز حاصل ہوا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایک مدت سے ظاہر پر غیر معمولی زور دیا جا رہا ہے اور اسکا نتیجہ یہ ہے کہ اشرفی کے ٹھپے کے ساتھ تانبے، لوہے، سیسے، اور ہر قسم کی گھٹیا دھاتوں کے سکے چل پڑے ہیں۔ عملی دنیا کا بازار ایسا بے لاگ صرّاف ہے کہ وہ زیادہ مدت تک اس جعل سازی سے دھوکا نہیں کھا سکتا۔ کچھ مدت تک تو ہماری دھوکے کی اشرفیاں چل گئیں، لیکن اب بازار میں کوڑی بھر بھی ان کی قیمت باقی نہیں رہی ہے۔ پس ہمیں اپنی جماعت میں جس قسم کی دینداری پیدا کرنی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اشرفی کا ٹھپہ لگانے سے پہلے سونے کا سکہ بننے کی کوشش کریں۔

لباس اور چہرے کی وضع اور ایسے ہی دوسرے ظواھر کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی ہدایات دی ہیں، وہ مدینہ طیبہ کے آخری پانچ چھ برسوں کی ہیں۔ اس سے پہلے پندرہ سولہ سال تک آپ اپنے متبعین میں تقویٰ اور احسان کی وہ صفات پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے جن کا مفصل نقشہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں بیان ہوا ہے۔ اس ترتیب پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے جس کو تزکیۂ نفوس کی خدمت پر مقرر فرمایا تھا۔ اس نے بھی پہلے اپنی پوری توجہ مس خام کو کندن بنانے ہی پر صرف کی تھی، پھر جب کندن بنا لیا تب اس پر اشرفی کا نقش مرتسم کیا۔ لیکن اس تقدیم و تاخیر کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اسے احکام شرعی کی تعمیل سے جی چرانے کا بہانہ بنایا جائے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متقیانہ وضع بنانے سے پرہیز کیا جائے جسکی تہ میں واقعی تقویٰ اور خدا ترسی موجود نہ ہو اور جس کے اندر اسلامی اخلاق کی رُوح مفقود ہو۔

لباس کے متعلق اسلام نے جس پالیسی کا تعین کر دیا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ایسی وضع میں رہیں جس میں آپکو دیکھ کر ہر شخص معلوم کر سکے کہ آپ مسلمان ہیں۔ بحیثیت مجموعی آپ کی وضع قطع کفار سے مشابہ نہ ہونی چاہیے۔

ڈاڑھی کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی ہے، صرف یہ ہدایت فرمائی ہے کہ رکھی جائے۔ آپ اگر ڈاڑھی رکھنے میں فاسقین کی وضعوں سے پرہیز کریں اور اتنی ڈاڑھی رکھ لیں جس پر عرف عام میں ڈاڑھی رکھنے کا اطلاق ہوتا ہو (جسے دیکھ کر کوئی شخص اس شبہ میں مبتلا نہ ہو کہ شاید چند روز سے آپ نے ڈاڑھی نہیں مونڈی ہے) تو شارع کا منشاء پورا ہو جاتا ہے خواہ اہل فقہ کی استنباطی شرائط پر وہ پوری اترے یا نہ اترے۔

سر کے بالوں کے متعلق صرف یہ ہدایت ہے کہ کچھ مونڈنا اور کچھ رکھنا ممنوع ہے۔ موجودہ زمانہ میں جس قسم کے بالوں کو پنجاب میں بودے کہتے ہیں۔ اور جنہیں یو۔ پی میں انگریزی بال کہا جاتا ہے۔ ان کے ناجائز ہونے کی مجھے کوئی دلیل نہیں ملی۔ لیکن ایک غیر مسلم قوم کی ایجاد کردہ وضع کو سر چڑھانے میں کراہت کا پہلو ضرور ہے اور اسی لئے میں نے اس وضع کو بدل دیا ہے۔

ڈاڑھی کے متعلق ایک سوال

"میں نے ڈاڑھی رکھ لی ہے۔ میرے کچھ ایسے رشتہ دار، جو علم دین سے کافی واقف ہیں، وہ اس پر اعتراض کرتے

ہیں کہ ڈاڑھی فرض نہیں ہے، قرآن میں اس کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا، ڈاڑھی نہ رکھی جائے تو کونسا گناہ کبیرہ ہے، یہ رسول کی سستی محبت ہے۔ آپ فرمائیے کہ میں انہیں کیا جواب دوں۔"

ڈاڑھی کے متعلق آپ نے جو سوال مجھ سے کیا ہے۔ اس پر ایک انگریز نومسلم کا واقعہ یاد آگیا جس نے اسلام کا اچھا مطالعہ کرنے کے بعد اس کو قبول کیا تھا۔ قبولِ اسلام کے بعد ہی اس نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی۔ بعض لوگ جو انہی طرح کے "علم دین سے کافی واقف" تھے جیسے آپ کے یہ عزیز ہیں، کہنے لگے کہ ڈاڑھی رکھنا اسلام میں کچھ ایسا ضروری کام تو نہیں ہے، پھر کیوں خواہ مخواہ آپ نے ڈاڑھی مونڈنی چھوڑ دی؟ اس نے جواب دیا "میں ضروری اور غیر ضروری کی تقسیم کو نہیں جانتا، میں بس یہ جانتا ہوں کہ پیغمبر نے اس کا حکم دیا ہے، جب میں نے پیغمبر کی اطاعت قبول کر لی تو حکم بجا لانا میرا فرض ہے کسی ماتحت کا یہ کام نہیں ہے کہ (HIGHER AUTHORITY) افسر بالا کے احکام میں سے کسی کو ضروری اور کسی کو غیر ضروری قرار دے۔" بس یہی واقعہ اپنے ان عزیزوں کو سنا دیجئے، اور ان سے یہ بھی پوچھئے کہ یہ تو خیر رسول کی سستی محبت ہے، جناب نے اگر کسی مہنگی محبت کا ثبوت دیا ہو، تو ارشاد فرمایئے۔ اگر ایک نوکر آقا کے آسان احکام کی تعمیل سے بھی گریز کرتا ہے۔ تو وہ امور مہمہ کو کیسے سرانجام دے سکیگا۔ ہم سستی اور مہنگی محبت کا فرق نہیں جانتے۔ ہمیں تو پوری طرح اس راستے پر چلنا ہے۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم چلے ہیں، اور ان احکام کی تعمیل کرنی ہے۔ جو آپ نے دیے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک بات اور سمجھ لیجئے۔ موجودہ زمانہ میں ڈاڑھی رکھنا، کسی ایسے شخص کے لئے جو فرنگیت زدہ طبقوں سے تعلق رکھتا ہو محض ایک حکم نبوی کی تعمیل ہی نہیں ہے، بلکہ ایک طرح کا جہاد بھی ہے اور عجب نہیں کہ اسکے ساتھ کچھ نہ کچھ ہجرت کا اجر بھی مل جائے۔ سب سے پہلے تو اس کو خود اپنے اس مذاق اور رنگ طبیعت کے خلاف بہت دنوں تک جدوجہد کرنی پڑتی ہے جو برسوں کی تعلیم و تربیت اور ماحولی اثرات کے تحت اس کے اندر راسخ ہو چکا تھا۔ پھر جب وہ اس پرانے ذوق کی بیخ کنی کرنے اور اس کی جگہ اسلامی ذوق اپنے اندر پرورش کرنے میں اس حد تک کامیاب ہو جاتا ہے کہ اس کے چہرے پر ڈاڑھی اُگ سکے تو باہر ایک دوسری کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا ماحول اس سے لڑنے لگتا ہے۔ کہ یہ کیسا انقلاب تیرے اندر رونما ہو رہا ہے۔ اس کے عزیز، اقارب، دوست، آشنا، سب اسے چھیڑنے لگتے ہیں۔ اسکا مذاق

اڑایا جاتا ہے، اس پر پھبتیاں کسی جاتی ہیں، شادی کے مارکیٹ میں اسکی قیمت گرجاتی ہے، ہر طرف سے تقاضے شروع ہوجاتے ہیں کہ اس دیوار کو ڈھاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان اٹھ رہی ہے۔ ان پے درپے حملوں کے مقابلہ میں وہ شخص ٹھہر نہیں سکتا، جس میں کیرکٹر کی مضبوطی نہ ہو، یا جس میں اندرونی تغیر کے مکمل ہونے سے پہلے کسی وقتی جذبے کے اثر یا کسی خارجی دباؤ سے بیرونی تغیر شروع ہوگیا ہو۔ ایسا شخص تھوڑا یا بہت مقابلہ کرنے کے بعد آخر کار اپنے ماحول سے شکست کھا جاتا ہے۔ اور پھر وہ پیوں کی طرح پھر وہی وضع اختیار کرلیتا ہے جسے چھوڑنے کی اس نے نمائش کی تھی۔ مگر جو مضبوط کیرکٹر رکھتا ہو اور جس کا باطنی انقلاب پائدار بنیادوں پر اٹھا ہو، وہ پوری ثابت قدمی کے ساتھ اس مقابلہ میں ڈٹ جاتا ہے اور اس استقامت کے نتیجہ میں اسے دو زبردست فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے اندر موجودہ کافرانہ ماحول کے خلاف دوسرے میدانوں میں بھی کامیاب لڑائی لڑنے کی طاقت پیدا ہوجاتی ہے، دوسرے یہ کہ جس مضبوط سیرت کا اس نے ثبوت دیا ہے اس کا رعب اسکے ماحول پر طاری ہوجاتا ہے اور اس کی تبلیغ و تلقین میں اتنا وزن پیدا ہوجاتا ہے کہ اپنی سوسائٹی کے دوسرے اصلاح پذیر لوگوں پر بھی وہ اثر ڈال سکے۔

اکثر لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں کہ اس زمانہ میں منڈی ہوئی ڈاڑھی محض ایک وضع نہیں ہے بلکہ ایک کلچر اور ایک مذہب زندگی کا نمایاں ترین شعار ہے۔ اس شعار کو چھوڑنا دراصل اس کلچر اور اس مذہب زندگی کو چھوڑنے کا اعلان ہے جس کا یہ شعار ہے، اور ڈاڑھی رکھنا کم از کم موجودہ حالات میں تو عملاً اسلام کو بحیثیت کلچر اور مذہب زندگی کے اختیار کرنے کا ہم معنی ہے یہ ترک و اختیار اس وقت تک حقیقی اور پائیدار نہیں ہوسکتا جب تک فی الواقع آدمی کے نفس میں مغربی کلچر اور مذہب زندگی کا اچھی طرح قلع قمع نہ ہوجائے اور اس کی جگہ اسلامی کلچر اور مذہب زندگی کی جڑیں اچھی خاصی مضبوط نہ ہوجائیں۔ لہٰذا جو لوگ محض سطحی طور پر اخلاقی دباؤ ڈال کر جدید طرز کے نوجوانوں سے ڈاڑھی رکھوانے کی کوشش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اندرونی انقلاب چاہے ہو یا نہ ہو مگر بیرونی انقلاب ضابطہ کی خانہ پری فوراً کردی جائے وہ بیچارے حقائق سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت دیتے ہیں مگر جہاں یہ تغیر فی الحقیقت ایک گہرے اندرونی انقلاب کا نتیجہ ہو، اور اس کے متوازی متقیانہ سیرت کے دوسرے مظاہر بھی ساتھ ساتھ نمایاں ہو رہے ہوں اور ماحول کے غیر اسلامی اثرات سے لڑنے میں بھی پامردی کا ثبوت دیا جا رہا ہو، ایسی جگہ اس انقلاب کو

محض ایک معمولی چیز قرار دینا اور اس کو رسول کی سنتی محبت سے تعبیر کرنا صرف انہی لوگوں کا کام ہو سکتا ہے جو رخسار و ذقن کے بالوں سے کچھ زیادہ دیکھنے کی نظر نہیں رکھتے۔

موجودہ نظام اور کسبِ معاش

"آپ کی تحریروں کو دیکھنے کے بعد میں اپنے موجودہ ذریعۂ معاش سے بیزار ہو رہا ہوں لیکن موجودہ نظامِ حکومت و تمدن کے ماتحت کسبِ حلال قریبًا ناممکن التصور ہے۔ ملازمت، کاشتکاری، اور تجارت سب پیشوں میں حرام داخل ہو گیا ہے۔ پھر ہمارے لیے کونسا راستہ ہے؟"

آپ کا کہنا بجا ہے کہ ایک کافرانہ نظامِ تمدن و سیاست کے اندر رہتے ہوئے خالص حلال کی روٹی تقریبًا محال ہے۔ مگر میں نے وسائلِ رزق کے معاملہ میں حلال و حرام کی تمیز پر اپنے مضامین میں بار بار جو زور دیا ہے، اس سے میرا مقصود یہ نہیں تھا کہ حلال ذرائع یہیں کہیں موجود ہیں، لوگ حرام ذرائع کو چھوڑ کر ان کو حاصل کر لیں۔ بلکہ اس سے میرا مقصود یہ تھا کہ حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو جانے کے بعد ایک سچا مسلمان جب اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے گا، تب اس کو صحیح اندازہ ہو گا کہ اس کفر کے تسلط کی بدولت وہ کس طرح چاروں طرف سے گندگیوں اور نجاستوں سے گھر گیا ہے۔ پھر اگر واقعی وہ پاکیزگی کا خواہاں ہو تو اس کے اندر اس نجاست خیز نظام کو مٹانے اور بدلنے کا شدید جذبہ پیدا ہو گا، اور وہ بر آن اس نظام سے سخت نفرت و کراہت کرے گا۔

اس اصولی بات کو سمجھ لینے کے بعد عملی نقطۂ نظر سے ہمارے لئے اگر کچھ ممکن ہے تو صرف یہ کہ زیادہ حرام کو چھوڑ کر کم حرام یا ملوث بہ حرام رزق کو مجبورًا گوارا کریں۔ خالص حلال کی قید کے ساتھ زندگی کا سامان بہم پہنچانا اس نظام کے اندر رہتے ہوئے ممکن نہیں ہے۔ اب یہ آپ کے حالات پر اور آپ کی قوتوں اور صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ عملًا کونسے ذرائع آپ اختیار کر سکتے ہیں، جن میں حرام کی آمیزش کم سے کم ہو، اور آپ موجودہ کافرانہ نظام کے بقا و استحکام میں کم سے کم مددگار بنیں۔ عملًا اس میں کامیابی کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ آپ اپنے معیارِ زندگی کو بدلنے کے لئے تیار ہو

جائیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے لوگ جن کے اندر حلال و حرام کی تمیز پیدا ہو چکی ہے، یہ شرط لگاتے ہیں کہ حلال تو ملے، مگر زندگی کا معیار وہی رہے جو حرام خوری کے زمانہ میں ہم نے اختیار کیا تھا۔ یہ شرط انہیں مجبوراً اسی حرام خوری میں مبتلا رکھتی ہے۔ حلال خوری پر آدمی قائم اسی وقت رہ سکتا ہے، جب کہ وہ اس امر کا فیصلہ کرلے کہ کھانا بہرحال حلال ہے قطع نظر اس سے کہ وہ پلاؤ ہو یا چٹنی، پہننا بہرحال حلال ہے، خواہ وہ نفیس کپڑے ہوں یا ٹاٹ کا پیوند لگا ہوا گاڑھا۔

رشوت اور خیانت کو حلال سمجھنے والے

"سرکاری اہلکاروں کو جو نذرانے اور ہدیے اور تحفے ان کی طلب اور جبر و اکراہ کے بغیر کاروباری لوگ اپنی خوشی سے دیتے ہیں، انہیں ملازمت پیشہ حضرات بالعموم جائز سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ رشوت کی تعریف میں نہیں آتا۔ اس لئے یہ حلال ہونا چاہیے۔ اسی طرح سرکاری ملازموں کے تصرف میں جو سرکاری مال ہوتا ہے اسے بھی اپنی ذاتی ضرورتوں میں استعمال کرنا یہ لوگ جائز سمجھتے ہیں۔ میں اپنے حلقۂ ملاقات میں اس گروہ کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، مگر میری باتوں سے ان کا اطمینان نہیں ہوتا۔"

ایک شخص یا اشخاص سے دوسرے شخص یا اشخاص کی طرف مال کی ملکیت منتقل ہونے کی جائز صورتیں صرف چار ہیں۔ ایک یہ کہ ہبہ یا عطیہ ہو برضا و رغبت۔ دوسرے یہ کہ خرید و فروخت ہو آپس کی رضا مندی سے۔ تیسرے یہ کہ خدمت کا معاوضہ ہو، باہمی قرارداد سے۔ چوتھے یہ کہ میراث ہو، جو ازروئے قانون ایک کو دوسرے سے پہنچے۔ ان کے ماسوا جتنی صورتیں انتقال ملکیت کی ہیں، سب حرام ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ جو روپیہ ایک اہلکار کسی صاحب غرض سے لیتا ہے۔ یا جو استفادہ وہ اس مال سے کرتا ہے جو دراصل پبلک کا مال ہے اور پبلک کاموں کے لئے اس کے تصرف میں دیا جاتا ہے، اس کی حیثیت کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ خرید و فروخت اور میراث کی تعریف میں تو آتا نہیں۔ پھر کیا وہ ہبہ یا عطیہ ہے؟ اس کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک سوال کا جواب کافی ہے۔ کیا یہ ہبہ یا عطیہ ایک اہل کار کو اس صورت میں بھی ملتا، جبکہ وہ اس منصب پر نہ ہوتا، یا پنشن پر الگ ہو چکا ہوتا؟ اگر نہیں تو یہ عطیہ یا ہبہ نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے منصب کی

وجہ سے اس کے پاس آرہا ہے نہ کہ کسی ذاتی تعلق یا محبت یا ہمدردی کی بنا پر۔ اب کیا یہ ان خدمات کا معاوضہ ہے جو ایک اہلکار اپنے منصب کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ درحقیقت معاوضہ بھی نہیں ہے۔ معاوضہ تو صرف وہ تنخواہ اور الاؤنس ہیں، جو ملازم ہونے کی حیثیت سے آدمی کو ملتے ہیں، ان کے ماسوا جو کچھ ایک اہلکار اپنے فرائضِ منصبی ادا کرنے کے سلسلہ میں حاصل کرتا ہے۔ وہ یا تو خیانت ہے، جو پبلک فنڈ میں سے کی جاتی ہے، یا ناجائز خدمات کا معاوضہ ہے، جو شرائطِ ملازمت کے خلاف عمل کرنے کے بدلہ میں آدمی کو ملتا ہے، یا جائز خدمات کا ناجائز معاوضہ ہے کیونکہ شرائطِ ملازمت کے حدود میں رہتے ہوئے کام کرنے کا معاوضہ تو بشکلِ تنخواہ آدمی پہلے ہی لے چکا ہے، اس پر پھر مزید معاوضہ حاصل کرنا صریح طور پر حرام خوری ہے

لوگوں سے کہیئے، کہ اگر حرام کھاتے ہو، تو کم از کم اسے حرام تو سمجھو، شاید کبھی اللہ اس سے بچنے کی توفیق دیدے لیکن اگر حرام کو حلال بنا کر کھایا تو تمہارے ضمیر مردہ ہو جائیں گے کبھی حرام سے بچنے کی خواہش دل میں پیدا ہی نہ ہو سکے گی، اور جب خدا کے ہاں حساب دینے کھڑے ہو گے، تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ حقیقت تمہارے بدلنے سے نہیں بدل سکتی، حرام حرام ہی ہے، خواہ تم اسے حلال بنانے کی کتنی ہی کوشش کرو۔ پھر لوگوں سے کہئے کہ اگر خدا اور آخرت اور حساب اور جزا و سزا، یہ سب تمہارے نزدیک محض افسانہ ہی افسانہ ہے، تب تو حرام و حلال کی بحث فضول ہے جانوروں کی طرح جس کھیت میں ہریالی نظر آئے اس میں گھس جاؤ، اور جائز و ناجائز کی بحث کے بغیر کھاؤ، جتنا کھایا جا سکے، لیکن اگر تمہیں یقین ہے، کہ اوپر کوئی خدا بھی ہے، اور کبھی اس کے سامنے جا کر حساب بھی دینا ہے، تو ذرا اس بات پر بھی غور کر لو، کہ آخر یہ حرام کی کمائی کس کے لئے کرتے ہو؟ کیا اپنے جسم و جان کی پرورش کے لئے؟ مگر یہ جسم و جان تو اس خدمت پر تمہارے احسان مند نہ ہونگے، بلکہ تمہارے خلاف خدا کے ہاں الٹا استغاثہ کریں گے۔ کہ تو نے ہمیں اس ظالم کی امانت میں دیا تھا، اور اس نے ہمیں حرام کھلا کھلا کر پرورش۔ پھر کیا بیوی بچوں کے لئے یہ کرتے ہو؟ مگر یہ بھی قیامت کے روز تمہارے دشمن ہونگے، اور تم پر الٹا الزام رکھیں گے۔ کہ یہ ظالم خود بھی بگڑا، اور ہمیں بھی بگاڑ آیا۔ پھر آخر یہ عذاب الٰہی کے خطرے میں اپنے آپ کو کس لئے ڈال رہے ہو؟ وہ

باقی صفحہ ۲۰۷ پر

دُنیا کے سامنے پیش نہ کر دیں اس وقت تک نہ ہماری نمازیں اور دعائیں اسلام کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں، اور نہ مذہب کی خوبیوں پر نصیح و بلیغ تقریروں اور کتابوں کے انبار سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کی گراں گوشی متاثر ہو گی۔ دنیا و دین کی برکتیں اور سعادتیں ان لوگوں کو نصیب ہونگی جنہیں محبت کا جنون اور عشق کا سودا ہے۔ جن کے قدم منزل کی جستجو میں سکون و راحت سے ناآشنا ہیں۔ جن کا عزمِ بلند اسلام کو ایک عالم گیر قوت اور ایک زندہ اور کارفرما حقیقت سے کم کسی حیثیت میں دیکھنے پر راضی نہیں ہے۔

بہشتے بہرِ پاکان حرم است ـــ بہشتے بہرِ اربابِ ہمم است
بگو ہندی مسلمان را کہ خوش باش ـــ بہشتے فی سبیل اللہ ہم است

بقیہ رسائل و مسائل

کون ہے، جو اس ناجائز خدمت پر تمہارا احسان مند ہو گا۔ اور کس سے اس بیجا سعی پر صلہ کی توقع رکھتے ہو؟ وہ غیر الٰہی نظامِ حکومت، جس کے ایک جز کی حیثیت سے آپ لوگ کام کر رہے ہیں، بجائے خود ناپاک ہے۔ اس کی حیثیت بالکل خنزیر کے نظامِ جسمانی کی سی ہے، جس کی بوٹی بوٹی اور رگ رگ میں حرام سرایت کئے ہوئے ہے۔ اس کے کل پرزے بن کر آپ لوگ پہلے ہی گناہِ عظیم میں مبتلا ہیں، اب اس پر خیانت اور رشوت، اور باطل طریقوں کے ارتکاب کا اضافہ کر کے اپنے آپ کو کیوں مزید خطرے میں ڈالتے ہیں؟ کیا کبھی موت آنی ہی نہیں ہے؟ یا مرنے کے بعد کوئی جائے پناہ تجویز کر رکھی ہے، جہاں خدا کی پکڑ سے بچ جانے کی امید ہے؟